رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

الحکم

قادیان

دورِ جدید

ہفتہ وار

چندہ سالانہ

حکومت اور والیان ریاست سے

قیمت فی پرچہ ۲

مدیر اعلیٰ

شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول

شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

جلد ۴۰ — ۳۰ شوال ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۴ جنوری ۱۹۳۷ء بروز پنجشنبہ — نمبر ۱

الحکم کی چالیسویں جلد کا افتتاح

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

خدا کی حمد و ثنا کے ساتھ میں الحکم کی چالیسویں جلد اور اس دورِ جدید کی چوتھی جلد کا آغاز کرتا ہوں۔

آغاز کردہ ام تو رسانی بہ انتہا

میں نے آج خدا کے نام سے اور اسی کے توکل پر بھروسہ کر کے اس جلد کا آغاز کر دیا ہے۔ مگر میں نہیں جانتا کہ اس سال جدید میں مجھے کن مشکلات یا کن ادوارِ حیات میں سے گذرنا پڑے گا۔ گذشتہ سہ سالہ دور میں الحکم کو ایسی آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا۔ کہ میں جب ان کا تصور کرتا ہوں تو الامان والحفیظ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہوں ٭

سب سے پہلا ابتلاء اس دور میں قبلہ والد صاحب کی صحت کے تزلزل کے رنگ میں ہم پر وارد ہوا۔ بغیر کسی سرمایہ کے محض قوت ایمانی کے سہارے اخبار کو جاری کر دیا گیا تھا۔ پس ایک طرف مالی بے بضاعتی دوسری طرف ابھی دو ہی نمبر نکلے تھے۔ کہ والد صاحب قبلہ بیمار ہو گئے۔ اور بیماری ایسی لمبی ہوئی کہ اچھا ہونے کا نام ہی نہ لیتی تھی۔

ضعف و ناتوانی کا وہ حملہ کہ ہر وقت ایسا معلوم ہو کہ نبضیں ساقط ہو رہی ہیں۔ اضطراب کی یہ کیفیت کہ کسی حالت پر چین اور آرام ہی نہیں۔

اس حالت میں آپ کا عزم صمیم ایک نہ ہلنے والا پہاڑ تھا جو اپنی جگہ پر ہی جما ہوا تھا۔ طبیعت میں ذرا سکون ہوا تو خود قلم پکڑ لیا۔ اور عدم سکون کی حالت میں اضطراب اور درد و کرب کی لہروں کے ساتھ ساتھ مضامین بول کر لکھاتے چلے جاتے۔ یہ وہ قربانی تھی اور یہ وہ روح تھی جو عرفانی کبیر کے دل و دماغ میں موجزن تھی۔ اور یہی وہ چیز تھی جس نے الحکم کو زندہ کر دیا ٭

ان کی علالت کے بعد پھر مالی مشکلات کا دور ایسا چلتا رہا کہ اب ایک پرچہ جو نکلتا رہا۔ وہ ہر دفعہ منتظمین کے دل پر ہموم و غموم کی گہری گھٹائیں لا اور گذر جاتا۔ میں نے بارہا اپنے قلب کو ٹٹولا اور میں نے دیکھا کہ میں ان مشکلات کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہوں۔ اور ہر قدم اور ہر ٹھوکر پر میں نے عرفانی کبیر کو اپنے تصور میں سامنے کھڑے ہوئے پایا۔ جو مجھے حوصلہ دلا رہے ہیں اور کہتے ہیں دیکھو میں نے نصف صدی کے قریب ان مشکلات کا مقابلہ کیا جو حوصلہ شکن طوفانوں۔ لرزہ خیز موجوں۔

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل قادیان سے شائع ہوا

اور ہنگامہ خیز زلزلوں کی طرح میرے سامنے آتی رہیں۔ مگر میں نہیں گھبرایا۔ میرا سر بلند رہا۔ میرے بازو حرکت میں رہے۔ میری قوت میں کمی نہیں آئی۔ اور میں ان طوفانی موجوں سے نہیں ڈرا

میرا دل قوت ایمان سے پُر رہا۔

اور میں نے خدا پر ایمان اور توکل کو نہیں چھوڑا۔ میں نے اپنے آپ کو کبھی کسی انسان کے دروازے پر نہیں گرایا۔ میں انسانوں پر بھروسہ کرنے کو بت پرستی خیال کرتا ہوں

میرا اصول یہی رہا ہے کہ ؎

احسان ناخدا کا اُٹھائے میری بلا
کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں

پس تو بھی ان مشکلات سے نہ ڈر اور اپنا قدم آگے آگے ہی رکھ کہ جو مشکلات کا یہ سمندر ایک دن تجھے سراب نظر آنے لگے گا۔ اور فوز و فلاح تیرے قدم چُومنے لگے گی۔

یہی وہ پیغام ہے جس نے میرے دل سے مٹتی ہوئی قوت کو کھڑا کر دیا۔ اور ہر ہر قدم پر مجھے آگے بڑھنے کی ترغیب دلائی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ میں آج اس دور جدید کی تین جلدیں ختم کر کے چوتھی کا آغاز کرتا ہوں۔

عرفانی الحکم کو کیوں زندہ رکھنا چاہتا ہے

بہت سے کوتاہ نظر یہ کہہ دیں گے کہ اگر ان مشکلات میں سے الحکم گذر رہا ہے تو ان مشکلات میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیوں عرفانی کبیر اسے بند نہیں کر دیتے۔ میں آج اس راز کو بھی فاش کر دینا چاہتا ہوں

عرفانی کبیر نے آجتک کبھی اپنے متعلق ایسے امور کو پبلک کے سامنے نہیں رکھا۔ کہ جن سے لوگ ان کی خوبیوں سے واقف ہو سکیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کو غیر معمولی قویٰ دئیے ہیں۔ ان کو قوتِ فکر۔ رقتِ شعور۔ وسعتِ نظر کے ساتھ علوم و خیالات کی آورد بھی عطا فرمائی ہے۔ میں ہی نہیں کہتا دنیا کہتی ہے کہ ان کو لکھنا آتا ہے۔ وہ جب لکھتے ہیں تو مضامین گوندھی ہوئی مٹی کی طرح ان کے سامنے پڑ جاتے ہیں۔ اور وہ جس طرح چاہتے ہیں ان کو ڈھالتے چلے جاتے ہیں۔ میری آنکھوں نے بارہا دیکھا کہ تین تین کاتب بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک ایک جداگانہ کتاب لکھ رہا ہے

تصنیف کا یہ رنگ ہے

کہ کسی کا مسودہ مکمل نہیں۔ ایک آیا کہ مضمون ختم ہے۔ تب آپ نے قلم لی اور لکھنے لگ گئے۔ ابھی وہ لکھ رہے ہیں کہ دوسرا آگیا۔ پہلے مضمون رکھ دیا۔ اور دوسرے کے لئے الگ مضمون لکھنا شروع کر دیا۔ ابھی وہ ختم نہیں ہوا کہ تیسرے نے مطالبہ کیا۔ تو پہلے کو کچھ مضمون دے کر تیسرے کے لئے لکھنا شروع کر دیا۔ اس سے نہ ان کی قوت فکری میں کوئی کمی پیدا ہوتی ہے۔ اور نہ ارتباط مضمون میں نقص۔ اس قوت کا انسان۔ اس بلا کا لکھنے والا بہت کم دیکھا جاتا ہے

ان قوتوں کے ساتھ انہوں نے الحکم کو جاری کیا۔ اور کبھی اسے اپنے لئے

قوت لایموت کا ذریعہ نہ بنایا

ہزارہا روپیہ خریداروں کی طرف ہوتے ہوئے چھوڑ دئیے۔ اور اس کی پرواہ تک نہ کی۔

بعض لوگوں نے

جب الحکم کے متعلق ایسا خیال کیا کہ وہ عرفانی کبیر اور اس کے کنبہ کے لئے قوت لایموت کا ذریعہ ہے۔ تو قدرت نے ایسے سامان پیدا کر دئیے کہ الحکم پر ایک عہد التوا آگیا۔ اور لوگوں کو خدا تعالیٰ نے بتلا دیا کہ

عرفانی کبیر کا رزق آسمان پر ہے

حیدر آباد کے شاہی خاندان میں ایسے اسباب پیدا کر دئیے کہ عرفانی کبیر

بائیس سو روپیہ ماہوار پانے لگے

انہوں نے خدا کی قدرتوں کو دیکھا۔ سربسجود ہوئے۔ اور اس دولت کو خدا کے لئے خرچ کر کے یہ ثابت کر دیا کہ

مومن کی خوشی اور مسرت روپیہ میں نہیں بلکہ خدا کی رضا میں ہے۔ میں نے ان کو ان ایام میں دیکھا۔ کہ سکندر آباد کے بہترین ہوٹل میں فروکش تھے۔ نوکر چاکر۔ موٹریں۔ دولت و ثروت موجود تھی مگر جب روپیہ آتا جھولی میں ڈال کر بیٹھ جاتے۔ اور تاروں کے ذریعہ مستحقین کو بانٹ کر خوش ہوتے۔ اور آخر میں کہتے کہ خدایا تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے اس قابل بنایا ہے کہ میں تیری مخلوق کو دوں

میں نے ان کو اس حالت میں ایک درویش پایا۔ جو دنیا کے ان سنہری ٹکڑوں کو مٹی کے سنگریزوں سے بہتر خیال نہ کرتا تھا۔

یہ دور بھی گذر گیا وہ اس بلند و بالا قصر سے اتر کر پھر اپنے اسی آشیانے میں آگئے۔ جو دار الامان کے ایک شاخ پر بنایا گیا تھا۔

اب ان کے سامنے پھر کوئی جدید پروگرام نہ تھا۔ اور نہ کوئی جدید مطمح نظر تھا۔ اگر کچھ تھا تو صرف یہ کہ الحکم کے لئے قلم چلے۔ مگر اس قلم کے ساتھ پھر اپنی مشکلات کا دور دورہ نظر آنے لگا۔ انہی تھپیڑوں اور موجوں کا مقابلہ شروع ہوا۔ جنہوں نے چاروں طرف سے ان کو گھیر رکھا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے پھر ایک اور رنگ میں غیب سے مدد کی اور مشکلات سے ایک گونہ گون نجات دی۔ انہوں نے ان ایام میں اعلیحضرت حضور نظام کی سوانح عمری حیات عثمانی کے نام سے لکھی۔ اس کا مسودہ جب ہز ہائینس مہاراجہ کشن پرشاد وزیر اعظم دولت حیدر آباد کے سامنے پیش ہوا۔ تو حیدر آباد کا یہ بلند پایہ وزیر عرفانی کبیر کو داد علم دیتا ہوا کہنے لگا۔ کہ میں اس کتاب کو بصد فخر و مباہات اپنے نام سے معنون کرنے کی اجازت دیتا ہوں

یہ [illegible] کبیر کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وزیر کی [illegible] سے نکل کر میں نے پوچھا کہ کس چیز نے آپ کو [illegible] کر دیا۔ ایک آہ بھر کر عرفانی کبیر نے کہا۔ کہ دنیا کے کسی بادشاہ کی سوانح عمری لکھنا میرے لئے کوئی فخر کی بات نہیں میری خوشی میری راحت۔ میری ساری مسرتوں کا سرچشمہ اس میں ہے۔ کہ میں صرف اور صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت لکھتا رہوں۔ مگر آہ ایک بھی آدمی ایسا نہیں جو اس کام کے لئے مجھے افکار سے بے نیاز کر دے۔ اور مجھے سیرت لکھنے دے

لیکن جب میں ایک بادشاہ کی سیرت پر قلم اٹھاتا ہوں تو دنیا کے بڑے بڑے انسان اس کتاب کے لئے میرے ممنون ہونے کے علاوہ مجھے تفکرات سے نجات دلانے کے لئے اپنا مال پیش کرنا بھی باعث فخر خیال کرتے ہیں۔

فرمایا مجھے اس کا غم ہے اور شدید غم ہے

پس باوجود اس کے کہ الحکم کو بند کرنے سے دنیاوی تفکرات میں کمی پیدا ہوتی ہے اور عرفانی کبیر کی وہی قلم سونا اگلنے لگتی ہے۔ مگر وہ ایک پہاڑ کی طرح کھڑے ہیں کہ میں اپنی زندگی میں تو الحکم بند نہ ہونے دوں گا۔ نقصان پر نقصان بوجھ پر بوجھ اٹھا رہے ہیں مگر قدم ادھر سے ادھر نہیں ہوتا۔ یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ عرفانی کبیر کا دل اس راستباز اور باخدا انسان کی محبت میں سرشار ہے۔ جسے خدا نے اس زمانے کی ہدایت کے لئے اپنے ہاتھ سے چنا۔ اور اسے اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ کے عطر سے ممسوح کیا۔ پس آپ کا دل ہر وقت اسی کی یاد میں مگن۔ اور زبان اس کی تعریف میں رطب اللسان اور قلم اسی کے ذکر میں رقصاں ہے۔ الحکم کو اسی راستباز نے اپنا بازو قرار دیا۔ عرفانی کبیر اسی صحابی کی طرح جس کے ہاتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا دیا تھا اور جب اس کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو اس نے بائیں میں اٹھا لیا۔ اور جب بایاں بھی کٹ گیا تو اسے سینے سے لگا لیا۔ مگر جھنڈا نہ گرنے دیا۔ الحکم کا جھنڈا اٹھائے ہوئے کھڑا ہے۔ مشکلات اور مصائب کے حملے اس کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ جھنڈا چھوڑ دے۔ مگر وہ اس جھنڈے کو جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

نئے سال کا پیغام جماعت احمدیہ کے نام

ہمارے لئے ملکوں اور حکومتوں کا فتح کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ صحابہ کرامؓ کے لئے تھا

از حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز
فرمودہ یکم جنوری ۱۹۳۷ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔
مجھے پرسوں سے نزلہ اور کھانسی اور بخار کی شکایت ہے اس وجہ سے میں اونچی آواز سے بول نہیں سکتا۔ اور دوسرے دوستوں کے ذریعہ سے اپنی آواز پہنچانے پر مجبور ہوں آج کا جمعہ نئے سال کا پہلا جمعہ ہے۔ اور پہلا دن بھی ہے۔ پس ہمیں اس جمعہ میں آئندہ کے لئے ایسے ارادے قائم کرنے چاہئیں۔ جو اس نئے سال میں ہمارے لئے چستی اور محنت کا سامان پیدا کرتے رہیں۔ بہت سے انسان اس لئے نیک کاموں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ کہ ان کے سامنے کوئی مقصود نہیں ہوتا۔ اور وہ نہیں جانتے۔ کہ اپنے فارغ اور زائد وقت کو کہاں صرف کریں۔ اور اس وجہ سے جب کبھی ان کو فارغ وقت ملتا ہے۔ وہ اُسے سستی میں ضائع کر دیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنے لئے نیک ارادوں کی ایک فہرست بنالے۔ اور اُسے اپنے ذہن میں رکھے۔ تو اسے فارغ اوقات میں اُن ارادوں کو پورا کرنے کی طرف تحریک ہوتی رہتی ہے۔ اور وہ بہت سے ایسے کام کر لیتا ہے۔ جن سے اُس کا دوسرا بھائی جس نے پہلے سے اپنے لئے کوئی مقصود قرار دیا ہوا نہیں ہوتا۔ محروم رہ جاتا ہے۔

پس میں آج کے دن تمام دوستوں کو اس امر کیطرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اپنے دلوں میں یہ پختہ عہد کر لیں کہ احمدیت کی طرف سے جو اُن کے سامنے مطالبہ پیش کیا گیا ہے وہ اُسے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں گے اور اپنی زندگی کو اُس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرینگے یاد رکھنا چاہئیے کہ احمدیت کسی انجمن یا سوسائٹی کا نام نہیں ہے بلکہ وہ اسلام کا دوسرا نام ہے۔ اور اسلام ایک وسیع تعلیم کے مجموعہ کا نام ہے جو مذہب کے متعلق بھی ہدایتیں دیتی ہے۔ اور اخلاق کے متعلق بھی ہدایتیں دیتی ہے۔ اور تمدن کے متعلق بھی ہدایتیں دیتی ہے۔ اور سیاست کے متعلق بھی ہدایتیں دیتی ہے اور معاملات باہمی کے متعلق بھی ہدایتیں دیتی ہے اور اقتصادیات کے متعلق بھی ہدایتیں دیتی ہے۔ اور نفسیات کے متعلق بھی ہدایتیں دیتی ہے۔ اور انسانی دماغ کے رجحانات کے متعلق بھی ہدایتیں دیتی ہے اور انسانی جذبات کے اتار چڑھاؤ کے متعلق بھی ہدایتیں دیتی ہے۔ الغرض آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کوئی بات ایسی نہیں جس کے متعلق اسلام کوئی نہ کوئی ہدایت نہ دیتا ہو۔ پھر جو شخص احمدیت کو قبول کر کے اس امر پر خوش ہو جاتا ہے کہ میں وفات مسیح کا قائل ہو گیا ہوں۔ یا آنے والے مسیح پر ایمان لے آیا ہوں یا میں نمازیں باقاعدہ پڑھنے لگا ہوں یا میں روزے باقاعدہ رکھتا ہوں۔ یا میں زکوٰۃ دیتا ہوں۔ یا میں حج اگر مجھے توفیق ہے تو بجا لا چکا ہوں۔ اور یہ خیال کرتا ہے کہ گویا اس نے احمدیت پر عمل کر لیا۔ تو اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص سمندر میں سے پانی کا ایک گلاس نکال لے اور خیال کرے کہ سمندر میرے قبضہ میں آگیا ہے۔ اگر صرف یہی پانچ سات مسائل اسلام کہلاتے ہیں تو اتنے بڑے قرآن کے نازل کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ باتیں تو دو تین رکوع میں آسکتی تھیں۔ پس جو شخص ان چند احکام پر قانع ہو جاتا ہے وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی نسبت قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا تم کچھ حصہ قرآن کریم پر ایمان لاتے ہو۔ اور کچھ حصہ کا انکار کرتے ہو۔ آخر وہ وسیع تعلیمیں جو اللہ تعالیٰ نے توحید کے باریک مسائل کے متعلق قرآن کریم میں بیان فرمائی ہیں۔ یا۔۔۔ یا وہ تفصیلات جو اس نے اخلاق کے متعلق بیان فرمائی ہیں یا تمدن یا سیاست یا اقتصادیات

(بقیہ صفحہ ۲)

اپنا بازو قرار دیا تھا اٹھائے ہوئے ہے۔ اور اس ساری خوشیوں اور مسرتوں کا یہی سرچشمہ ہے کہ خواہ اس کی محنتوں سے پیدا کی ہوئی دولت ساری کی ساری خرچ ہو کر بھی یہ بازو قائم رہے۔ اور یہ جھنڈا لہراتا نظر آئے اس لئے کہ اب اس کی زندگی کا یہی مقصد ہے کہ

ذکر حبیب اور احیاء ذکر حبیب ہو

الحکم اسے ان دنوں کو یاد دلاتا ہے۔ جب وہ اپنے آقا و مولیٰ کے قدموں میں دوڑتا ہوا جاتا تھا۔ اور اس کے منہ کے نکلے ہوئے کلمات کو جمع کیا کرتا تھا۔ الحکم اس زمانے کا ایک ایک منٹ عرفانی کبیر کے سامنے لاتا ہے۔ اور وہ اسے دیکھ کر اپنے محبوب کی مجلس میں پہنچ جاتا ہے۔ پس باوجود مشکلات کے۔ باوجود تفکرات کے الحکم کا زندہ رکھنا اس عشق کا کرشمہ ہے جو عرفانی کبیر کے دل میں موجزن ہے۔ ورنہ حق یہ ہے کہ الحکم جن رنج دہ حالات میں سے گذر رہا ہے ان حالات میں اس کا زندہ رہنا یا رکھنا بہت مشکل ہے

پس

محبت کا راز ہے۔ جسے آج میں نے فاش کر دیا ہے۔

بہت سے لوگ الحکم کو ایک بوجھ جان کر خریدتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ اس کی قیمت بھی ادا نہیں کرتے۔ بلکہ ان کا خیال کہ ان کا احسان ہے کہ وہ الحکم کو لے کر پڑھ لیتے ہیں اور اس طرح اپنے آپ کو

"آنریری خریدار"

تصور فرما لیتے ہیں۔ میں آج ان سے کہنا چاہتا ہوں کہ الحکم کو آپ کی ضرورت نہیں۔ آپ الحکم سے الگ ہو جائیں۔ الحکم مسیح موعود کا بازو وہ ایک گذشتہ عہد کی یادگار ہے وہ عشق و محبت کا مظاہرہ ہے وہ ذکر حبیب کی ایک مجلس ہے یہی وہ چیز ہے جس نے یعقوب علی تراب کو عرفانی کبیر بنا دیا۔ اور یہی وہ چیز ہے جو الحکم کو مٹنے نہیں دیتی۔ اس لئے میں آج چالیسویں سال میں قدم رکھتے ہوئے

نعرہ زن ہوتا ہوں

کہ اے یاران قدیم! آؤ آؤ!! کہ ہم اس بزم میں جمع ہو جائیں جس میں ذکر حبیب کے چرچے ہیں۔ اے وہ کہ جو عشق احمدؑ کے مستانے ہو بڑھو بڑھو! کہ یہاں وادیٔ عشق ہے۔ اور یہاں دن رات اسی کے چرچے ہیں۔ جس کی یاد میں تم مستانہ وار جھوما کرتے ہو۔ آؤ! اور الحکم کو جو اس عہد مسرت کی یاد ہے مل کر اٹھائیں۔ تا دنیا دیکھے کہ محبت کے دیوانے اس طرح پروانہ وار اُڑ کر محبت کی بھٹی میں جل جایا کرتے ہیں۔

سنو سنو! مجھے ان لوگوں کی ضرورت نہیں۔ جو کاغذ اور سیاہی کی قیمت کے دام لگاتے ہیں۔ مجھے ان مستانوں کی ضرورت ہے۔ جن کے چہرے اپنے محبوب کی یاد میں تازہ ہو جاتے ہیں۔ جن کے ہونٹوں پر اس کے نام سے مسکراہٹ پیدا ہوتی ہے۔ جن کی زندگی جن کی غذا اس کی یاد ہے۔ وہ جو محبوب کی گلی کے کتوں سے بھی پیار کرنا اپنا مذہب اور شعار خیال کرتے ہیں۔

میں انہیں کہتا ہوں کہ محبت کے دیوانو!!! سوز عشق میں جلنے والے پروانو!!! تمہارا کیا ہے کہ اسی کے در پہ دھونی رما کر بیٹھے ہو اس کی یاد تمہاری زندگی کا اوڑھنا اور بچھونا ہے۔ آؤ! الحکم کو زندہ رکھنے کے لئے آگے بڑھو۔ کہ یہ اسی محبوب کے عصر سعادت کی یادگار ہے۔ ہاں یہ وہی ہے جسے خود وہ اپنا بازو کہا کرتا تھا۔ اس کا زندہ رکھنا تمہارا ہی کام ہے اور یہی عاشقوں کا شعار ہے کہ وہ محبوب کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ مٹنے

ان پہ کون عمل کرے گا۔ کیا قرآن کریم کے یہ حصے بیکار پڑے رہیں گے؟ کیا ان کی طرف توجہ کرنے والے مسلمانوں سے باہر کوئی اور لوگ ہوں۔ پس جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ وہ قرآن کریم کے تمام مطالب اور اس کی تمام تعلیمات کو زندہ کرے خواہ وہ مذہب اور عقیدہ کے متعلق ہوں۔ یا اخلاق کے متعلق ہوں۔ یا اصولِ تمدن اور سیاسیات کے متعلق ہوں۔ یا اقتصادیات اور معاملات کے متعلق ہوں۔ کیونکہ دُنیا اِن سارے اُمور کے لئے پیاسی ہے اور بغیر اس معرفت کے پانی کے وہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ خدا نے اسی موت کو دیکھ کر اپنا مامور بھیجا ہے۔ اور وہ امید رکھتا ہے کہ اس مامور کی جماعت زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی تعلیم کو قائم کرے گی۔ اور جس حد تک اُسے عمل کرنے کا موقعہ ہے وہ خود عمل کرے گی۔ اور جن امور پر اُسے ابھی قبضہ اور تصرف حاصل نہیں اُن کو اپنے اختیار میں لانے کی سعی اور کوشش کرے گی۔

یاد رکھو۔ کہ سیاسیات اور اقتصادیات اور تمدنی امور حکومت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پس جب تک ہم اپنے نظام کو مضبوط نہ کریں۔ اور تبلیغ اور تعلیم کے ذریعہ سے حکومتوں پر قبضہ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ ہم اسلام کی ساری تعلیموں کو جاری نہیں کر سکتے۔ پس اس پر خوش مت ہو۔ کہ تلوار سے جہاد آج کل جائز نہیں۔ یا یہ کہ دینی لڑائیاں بند کر دی گئی ہیں۔ لڑائیاں بند نہیں کی گئیں۔ لڑائی کا طریقہ بدلا گیا ہے۔ اور شاید موجودہ طریقہ پہلے طریق سے زیادہ مشکل ہے۔ کیونکہ تلوار سے ملک کا فتح کرنا آسان ہے۔ لیکن دلیل سے دل کا فتح کرنا مشکل ہے۔ پس یہ مت خیال کرو کہ ہمارے لئے حکومتوں اور ملکوں کا فتح کرنا بند کر دیا گیا ہے۔ بلکہ ہمارے لئے بھی حکومتوں اور ملکوں کا فتح کرنا ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہؓ کے لئے ضروری تھا۔ صرف فرق ذریعے کا ہے۔ وہ لوہے کی تلوار سے یہ کام کرتے تھے۔ اور ہمیں دلائل کی تلوار سے یہ کام کرنا ہو گا۔

پس آرام سے مت بیٹھو کہ تمہاری منزل بہت دُور ہے۔ اور تمہارا کام بہت مشکل ہے۔ اور تمہاری ذمہ واریاں بہت بھاری ہیں۔ تم ایک خطرناک صورتِ حالات میں سے گذر رہے ہو۔ کہ باوجود تمہاری کمزوری کے خدا تعالیٰ نے تم پر وہ بوجھ لادا ہے کہ جس کے اٹھانے سے زمین اور آسمان بھی کانپتے ہیں۔ دنیا کی حکومتیں صرف ایک ایک قوم سے لڑائی کے موقعہ پر خائف ہو جاتی ہیں۔ اور انجام سے ڈرتی ہیں۔ لیکن آپ لوگوں کو خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ کہ قرآن کی تلوار لے کر دنیا کی تمام حکومتوں پر ایک ہی وقت میں حملہ کر دیں۔ یا اس میدان میں جان دے دیں۔ یا اُن ملکوں کو خدا اور اس کے رسول کے لئے فتح کریں پس چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف مت دیکھو۔ اور اپنے مقصود کو اپنی نظروں کے سامنے رکھو۔ اور ہر احمدی خواہ کسی شعبۂ زندگی میں اپنے آپ کو مشغول پاتا ہو۔ اس کو اپنی کوششوں اور سعیوں کا مرجع صرف ایک ہی نقطہ رکھنا چاہیئے۔ کہ اس نے دنیا کو اسلام کے لئے فتح کرنا ہے۔ ہمارا ایک تاجر اپنی تجارت کے تمام کاموں میں اسی امر کو مدنظر رکھے۔ اور ایک صنّاع بھی اپنے تمام کاموں میں اسی امر کو مدنظر رکھے۔ اور ایک معلّم بھی اپنی تعلیم میں اسی امر کو مدنظر رکھے۔ اور ایک قاضی بھی اپنے فیصلوں میں اسی امر کو مدنظر رکھے۔ غرض جس جس کام میں کوئی احمدی مشغول ہو۔ وہ یاد رکھے کہ اس کے کام کا آخری نتیجہ اسی صورت میں ظاہر ہو۔ کہ دُنیا۔ خدا۔ اور اس کے رسول کے لئے فتح کر لی جائے۔

اگر ہمارے تمام دوست اس مقصود کو اپنے سامنے رکھیں۔ تو اُن کو ذہنی طور پر اتنی بلندی حاصل ہو۔ کہ جو دُنیا میں کسی قوم کو حاصل نہیں ہوئی۔ آج تو ان کی مثال ایک کنوئیں کے مینڈک کی سی ہے۔ کہ ایک نہایت چھوٹی سی منزلِ مقصود ان کے سامنے ہے۔ اور وہ اتنا بھی تو نہیں جانتے۔ کہ خدا تعالیٰ نے کیا کام ان کے سپرد کیا ہے۔ حالانکہ کام کرنے سے پہلے خود کام کی مقدار کا جاننا ضروری ہوتا ہے۔ جیسا کہ میں شروع میں کہہ چکا ہوں۔ ان میں سے بعض چندہ دیتے اور خوش ہو جاتے ہیں۔ اور بعض نمازیں پڑھتے اور خوش ہو جاتے ہیں۔ اور بعض روزے رکھتے اور خوش ہو جاتے ہیں۔ اور وہ نہیں جانتے کہ یہ تعلیمیں تو اسلامی تعلیم کے سمندر کا ایک قطرہ ہیں۔ پس چاہیئے کہ ہمارے دوست سلسلہ کے قیام کی اہمیّت کو سمجھیں۔ اور اسلام کی وسیع تعلیم کو اپنے سامنے رکھیں اور دنیا میں جس قدر خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ ان کو دُور کرنے کی کوشش کریں۔ اور صرف ایک محدود خیال کے اندر اپنے آپ کو مقیّد نہ کریں۔ قرآن شریف میں بھی آتا ہے اور حدیث میں بھی آتا ہے کہ مومن کا ادنیٰ بدلہ آسمان اور زمین ہوں گے۔ اب سوچو تو سہی کہ آسمان اور زمین مومن کو مِل کیونکر سکتے ہیں۔ جب تک اس کے اعمال آسمان اور زمین پہ پورے طور پر حاوی نہ ہوں۔ درحقیقت قرآن کریم اور حدیث کا یہی منشا ہے۔ کہ مومن کے خیالات اور اس اعمال آسمان اور زمین کی تمام باتوں پہ حاوی ہوتے ہیں۔ اور چونکہ وہ آسمان اور زمین کی تمام چیزوں کی اصلاح کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کے انعام میں اس کو آسمان اور زمین بخش دیتا ہے۔ ورنہ جو شخص زمین کی ایک بالشت کی اصلاح میں لگا رہے اس کو حق ہی کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ آسمان اور زمین اسے بخش دئیے جائیں۔ وہ تو اس بالشت بھر زمین کا ہی حقدار ہو سکتا ہے۔ پس اگر تم چاہتے ہو۔ کہ کامل مومن تصور کئے جاؤ۔ اور خدا تعالےٰ کے وعدہ کے مطابق زمین اور آسمان تمہیں انعام کے طور پر بخش دئیے جائیں۔ تو زمین اور آسمان کی اصلاح کی طرف توجہ کرو۔ اور اس کا کوئی گوشہ باقی نہ رہے۔ جس کی اصلاح کا ارادہ یا جس کی اصلاح کے لئے کوشش تمہاری نیتوں اور کوششوں سے باہر ہو۔ ہاں میں یہ مانتا ہوں۔ کہ بعض انسانوں کے لئے باوجود کوشش کے بعض کاموں کا پورا کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ لیکن ارادہ کرنا تو ناممکن نہیں ہوتا۔ پس عمل بے شک کلی طور پر آپ کے اختیار میں نہیں۔ لیکن ارادہ تو کلی طور پہ خدا تعالےٰ نے آپ کے اختیار میں رکھا ہے۔

(بقیہ مضمون صـ ۶ پر ملاحظہ فرمائیں)

(بقیہ صفحہ ۳)

نہیں دیا کرتے

وہ جو اس زمانے کے حالات سے واقف نہیں وہ مجبور اور معذور ہیں۔ ان پہ کوئی شکوہ نہیں۔ مگر تم جو اس راز سے واقف ہو۔ اور اس عشق کے حامل ہو۔ اگر اس کو مٹنے دو گے تو عاشقوں کی نگاہ میں موردِ عتاب ہو گے۔

مبارک ہے وہ جو عشق و محبت کے نام سے آگے آتا ہے۔ اور الحکم کو قیمت کے لحاظ سے نہیں بلکہ اپنے محبوب کی یادگار کو زندہ رکھنے کے لئے قربانی کرتا ہے۔

میں بھی عرفانی کبیر کی روح سے اپنی روح ملاتا ہوں۔ اور محبت کے اس سمندر میں غوطہ زن ہو کر الحکم کی چالیسویں جلد کا افتتاح کرتا ہوں

بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا

عرفانی کبیر بوڈاپسٹ میں

تحریک جدید کے مبلغ حاجی احمد خاں صاحب ایاز کی دلچسپ تبلیغی مساعی کے تذکرے معزز اخبار الفضل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے میں آج کی اشاعت میں عرفانی کبیر کی ڈائری کے چند اوراق شائع کرتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ احباب پوری دلچسپی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خادم کے اس سفر کا جو اس نے آج سے دس سال قبل ہنگری کے پایۂ تخت کا کیا مطالعہ کریں گے۔ اور پھر آج دس سال بعد جو تغیر ہنگری کے اس دار الخلافہ میں حاجی احمد خاں کے ذریعہ رونما ہوا اسے یاد کر کے اپنے ایمان میں ایک جدید تازگی محسوس کریں گے ؛

(ایڈیٹر)

بوڈاپسٹ کو روانگی

وین (وی آنا) ۲۷ اپریل ۱۹۲۷ء یوم چہارشنبہ

حسب معمول صبح اُٹھ کر اور ضروریات اور نماز سے فارغ ہو کر طامس کک کے دفتر کو گیا۔ اور جدہ تک ٹکٹ خرید لیا۔ یہ دو جدا جدا ٹکٹ تھے۔ وی آنا سے قسطنطنیہ تک ریل کا ٹکٹ اور استنبول سے جدہ تک خدیویل میل لائن کے جہاز کے لئے واؤچر جس کو دکھا کر مجھے استنبول سے جدہ تک کا ٹکٹ مل جانا تھا۔ طامس کک کے دفتر کے پتہ پر لنڈن سے واپس ہوا ہوا خط مخدومی سیٹھ ابوبکر صاحب کا ملا جس میں انہوں نے عزیز مکرم محمد سعید کے قاہرہ آنے کی اطلاع دی تھی۔ کہ وہ میرا وہاں انتظار کریگا اس خط کو پڑھ کر قدرتی طور پر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اور ایک لذیذ ایمان قبولیت دعاء پر اور مسجد فضل (لنڈن) کے برکات و ثمرات پر بڑھا۔ میں پہلے لکھ آیا ہوں کہ روانگی سے پہلے میں نے اس سفر میں ہر قسم کی سہولتوں اور آسانیوں کے پیدا ہونے کے لئے دعا کی تھی۔ اور اب اس کے آثارِ قبولیت کا میں لطف اٹھا رہا تھا۔ اور اسی سرور میں واپس ہوٹل آگیا۔

کرنل رشید غالب اور میجر صاحب

کرنل رشید غالب آج دوپہر کے کھانے پر مدعو تھے۔ اور وہ معہ اپنے دوست میجر کے جو ان کے لئے بطور ترجمان بھی تھا تشریف لے آئے تھے۔ ہم سب نے مل کر کھانا کھایا۔ بعد دوپہر کرنل صاحب نے ہم کو مدعو کیا ہوا تھا۔ لیکن چونکہ ۵ بجے بعد دوپہر کی گاڑی سے بوڈاپسٹ روانہ ہونے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ اس لئے معذرت کرنی پڑی۔ کرنل صاحب پر اس کا بہت . . . اثر ہوا۔ میں ان کے اضطراب کو دیکھتا تھا۔ اور اپنی بے بسی کو دوسری طرف۔ آخر ان سے بہت معذرت کی۔ اور یہ قرار پایا کہ میں چند منٹ کے لئے ہی خواہ ان کے گھر جاؤں۔ اس قرار داد کے موافق میں ان کے گھر پر پہنچا۔ پہلے ان کو سمجھا دیا تھا کہ اسلام عورتوں سے مصافحہ کی اجازت نہیں دیتا۔ اس لئے میں ہاتھ نہیں ملاؤں گا۔ اس لئے اس کی بیوی اس امر سے واقف ہو چکی تھی۔ ان کے مکان پر جا کر معلوم ہوا کہ انہوں نے ایک پُر تکلف چاء کی دعوت کا سامان کیا ہوا تھا۔ ان کی بیگم صاحبہ نہایت اخلاص سے پیش آئیں۔ وہ نو مسلم آسٹرین شریف زادی ہے اور ایک مسلمان کا اس کے گھر آنا خصوصاً ہندوستان کے مسلمان کا۔ وہ اس کو بہت قدر اور عزت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ میں کچھ عرصہ تک وہاں رہا۔ اور واپس آکر سٹیشن کے لئے تیاری کرنے لگے۔ اور ۵ بجکر ۰ منٹ کی گاڑی میں بوڈاپسٹ کو روانہ ہو گئے۔

پنجابی گاڑی

گاڑی میں سوار ہوتے ہی معلوم ہوا کہ گویا پنجاب میں ہوں۔ تکلیف کا نام و نشان نہیں۔ لوگ سادگی اور بے تکلفی سے بیٹھے ہیں۔ اور جن گاڑیوں میں پہلے چھ پھر آٹھ آدمی سوار ہوتے تھے اب دس دس شروع ہو گئے۔ وہ پنجابی طرز پر اسباب لا رہے تھے۔ اور گاڑی میں بیٹھے کھا بھی رہے تھے۔

راستہ اولاً ہموار اور مسطح زمین سے شروع ہوتا ہے لیکن کل زمین علی العموم سرسبز تھی۔ اور ایک خوش منظری کی شان رکھتی تھی۔ پہاڑی علاقہ تھوڑی دیر کے بعد قریباً مفقود ہو گیا اور میدانی شروع ہو گیا۔ زمین کی کاشت پنجابی طریق پر کی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ کھیت چھوٹے چھوٹے نہیں بلکہ بہت بڑے بڑے تھے یہ طریق نہایت عمدہ ہے۔ اور اگر میں غلطی نہیں کرتا تو ہندوستان میں بھی گورنمنٹ اسی طریق کو جاری کرنے کی سعی کر رہی ہے۔

سٹیشن پر جو سرحدی سٹیشن ہے چونگی وار پاسپورٹ والوں نے آکر معائنہ کیا۔

چونگی والوں کے متعلق میرا تجربہ

یورپ کے جس قدر ممالک میں میں نے سفر کیا ہے میں نے دیکھا ہے کہ وہ علی العموم چونگی کے متعلق اعتماد کر لیتے ہیں۔ مجھے بہت ہی کم اتفاق اپنے اسباب کے دکھانے کا ہوا ہے۔ اور اگر کسی جگہ انہوں نے دیکھا بھی ہے تو ادائے فرض کے لئے نہ کہ مسافروں کو تنگ کرنے کے لئے۔ اسی طرح پاسپورٹ کے متعلق کہیں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ البتہ ٹرکی میں مجھے اس کے متعلق نیا تجربہ ہوا جس کا ذکر میں استنبول کے حالات کے لکھتے وقت کروں گا۔ دس بجے رات کو ہم بوڈاپسٹ پہونچے۔

بوڈاپسٹ

بوڈاپسٹ کا نظارہ ریل میں ایسا قابل دید اور دلکش تھا کہ بے اختیار وہاں اترنے کو جی چاہتا تھا۔ مجھ کو معلوم نہ تھا کہ یہ بوڈاپسٹ ہے، صرف اس کے منظر کی دلکشی نے کشش پیدا کر دی۔ اور اگر یہ بوڈاپسٹ نہ بھی ہوتا تو بھی میں کم از کم یہاں اتر جانے کو تیار رہتا۔ لیکن خوش قسمتی سے وہ بوڈاپسٹ ہی تھا۔ دریائے ڈینوب کا منظر چراغان کی روشنی میں عجیب مسرت افزا تھا۔ بوڈا اور پسٹ دراصل دو حصے ہیں۔ اور ان دونو کے مجموعہ سے بوڈاپسٹ بنتا ہے۔ ایک حصہ پہاڑی پر آباد ہے اور دوسرا نشیب میں۔ اور دریائے ڈینوب ان دونوں کو ملاتا ہے۔ لیمپوں کی روشنی کو جب میں گاڑی میں سے پہاڑی بلندی پر دیکھتا تھا۔ تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دوسرا آسمان ہے۔ جہاں ستارے چمک رہے ہیں بے اختیار نشاط کا یہ مصرعہ مجھے یاد آگیا۔

آسماں دیگر است ایں بر فروز آسماں

سٹیشن اور ہمارا پورٹر

سٹیشن پر پہنچ کر جب ہم گاڑی سے اترے تو ہم نے حسب معمول ایک پورٹر اسباب کے لئے لیا۔ اس نے ایک عجیب لطیفہ پیدا کر دیا۔ اور باوجود زبان کے نہ جاننے اور سفر کی کوفت اور منزل مقصود پر پہونچنے کی عجلت نے ہمیں ایسا مسرور کیا کہ اب بھی اسکی یاد سے دل پر ایک عجیب کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

پورٹر صاحب نے ہمارا اسباب ریل سے نکالا۔ اور نہایت بے تکلفی سے کسی دوسرے شخص کا ٹھیلا لے کر

تمام اسباب اس میں بھر کر چل پڑے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت آپ ہی اس کے مالک ہیں۔ مگر چند ہی قدم چلے تھے کہ حالی مرحوم کا مصرعہ

اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

صادق آیا۔ مالک ٹھیلے نے دوڑ کر پکڑ لیا۔ اور اس نے بھی کمال کیا کہ معہ اسباب ٹھیلا لے کر چل دیا۔ ہمارے قلی صاحب اس کے ساتھ ساتھ چل پڑے۔ اور ہم اسکی اتباع میں کوفت سفر بھول کر اس نظارہ کا لطف اٹھاتے کو روانہ ہوئے۔ تھوڑی دور جاکر قلی صاحب نے بڑی سادگی اور بلا کسی ندامت کے آپ ہی اسباب نکال لیا۔ اور ایک چمڑے کے تسمے میں باندھ کر اسباب اٹھاکر ہمارے ساتھ واپس ہوئے۔

یہ پارٹ دو نو قلیوں نے نہایت بے تکلفی اور سادگی سے بغیر کسی بھی قسم کی ندامت کے ادا کیا۔ دونوں میں سے کسی کو گھبراہٹ نہ تھی۔ گویا کوئی بات ہوئی ہی نہیں۔

ہوٹل پے تو نیا میں

سفر میں کُک کی معرفت ہوٹل کا پہلے سے بک کر لینا بہت مفید ہوتا ہے۔ تلاش ہوٹل کی کش مکش سے نجات اور عمدہ ہوٹل کے ملنے میں اس سے سہولت ہوتی ہے کُک ہر قسم کے ہوٹل بُک کر دیتا ہے۔ سستے بھی۔ اور تعیش کے مرکز بھی۔ خواہ سستا ہی ہوٹل ہو۔ لیکن اس میں کسی بھی قسم کی خرابی یا بددیانتی اور دھوکہ کا خطرہ نہیں ہوتا۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ وقت اور تلاش کی تکلیف سے نجات رہتی ہے۔ ہم نے یہ ہوٹل پہلے ہی ویانا میں بُک کرا لیا تھا۔ اس لئے کہ سوائے اس کے کہ سیدھے ہوٹل میں چلے جاویں۔ اور کرنا تھا۔

ہوٹل کا نام PANNONIA تھا۔

اور یہ قدیم ہوٹل ہے۔ بوڈاپسٹ میں آنے والے ہنگرین شرفا اسی ہوٹل میں خصوصیت سے ٹھہرتے ہیں اس لئے کہ ان کے آباؤ اجداد اس میں آکر ٹھہرا کرتے تھے۔ ہنگرین لوگ کنزرویٹو خیالات کے ہیں۔ اور خاندانی روایات کو زندہ رکھنا باعث شان کو وہ ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لئے جب انہیں بوڈاپسٹ آنا ہو۔ تو خواہ وہ ایک ہی دن کے لئے یہاں ٹھہریں۔ اس ہوٹل میں ضرور ٹھہریں گے۔

ہوٹل کی بہترین منزل میں ہم کو جگہ مل گئی۔ اور فی الحقیقت کم خرچ بالا نشین کا معاملہ تھا۔

اگرچہ یورپ کے ہوٹلوں میں ہر ملک کے لوگ آتے جاتے ہیں۔ لیکن ہم جہاں بھی پہونچے قدرتی طور پر دلچسپی کا ایک مضمون ہوتے تھے۔ اور بوڈاپسٹ میں تو خصوصاً

ہم مہاراجہ تھے

چند ہی روز ہوئے کہ مہاراجہ صاحب کپورتھلہ بوڈاپسٹ آکر گئے تھے۔ اور اخبارات میں ان کے متعلق کچھ تذکرے اور نوٹ نکل چکے تھے۔ وہ تو آکر چلے بھی گئے تھے مگر لوگوں کی یاد تازہ تھی۔ اور وہ اپنی دلچسپی کے لئے کسی اور کو مہاراجہ سمجھنے پر مجبور۔ چنانچہ ہم جدھر سے نکلتے لوگ سمجھتے مہاراجہ جا رہا ہے۔ مجھے ایک جرمن اخبار نویس نے خود آکر پوچھا۔ اور ہمارے مکرم پروفیسر نے بھی اس کا خصوصیت سے ذکر کیا۔ اور ہمارے متعلق جو آرٹیکل وہاں کے اخبار میں نکلا اس میں بھی لوگوں کی اس خوش فہمی کا ذکر تھا۔ مگر سچ یہ ہے کہ ہم مہاراجہ تو نہ تھے۔ لیکن ہم وہ ضرور تھے۔

جن پہ بادشاہوں کو رشک ہوگا

ہم اس عظیم الشان انسان کے غلام اور خادم اور صحابی تھے جس کو خدا تعالیٰ نے وعدہ دیا کہ

بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے

ہوٹل میں جو بھی مسافر داخل ہوتا ہے۔ اس کا پہلا کام ڈیکلریشن کا پر کرنا ہوتا ہے۔ جس میں اپنے متعلق ہر قسم کی ضروری اطلاع دینی ہوتی ہے۔ گویا ایک قسم کی پاسپورٹ کی نقل ہوتی ہے۔ ہوٹل کے کارکن صاحب خود اس کو پُر کرنے کی کوشش کریں۔ اور زبان کی دقت اور اسماء کی مشکلات ان کی راہ میں حایل۔ آخر اصرار کے بعد اس پہ وہ راضی ہوئے کہ ہم خود ہی پُر کر دیں۔ چنانچہ اس ابتدائی کاروائی کے بعد ہم اپنے کمرہ میں جو تیسری منزل پہ تھا جا پہنچے۔

خوش باش ویٹر

ویٹر جو ہمارے حصہ میں آیا وہ بھی کچھ کم خوش باش اور زندہ دل نہ تھا۔ اس کی پھرتی اور چستی ہم کو بار بار خوش کرتی تھی۔ باوجود زبان نہ جاننے کے وہ ہر مفہوم کو سمجھتا ہی نہیں سمجھا بھی لیتا تھا۔ لیکن ایک روز اس سے تبدیل سکہ کے معاملہ میں غلطی ہو گئی۔ اور دوسرے دن جب ہم نے خود جاکر تبدیل کیا۔ تو اس غلطی کا جو دراصل بددیانتی کہنی چاہیئے پتہ لگا۔ اس کو بھی معلوم ہو گیا۔ اور وہ اس قدر محجوب اور شرمندہ تھا۔ کہ ہماری ساری خوشی کرکری ہو گئی۔ اس کا دم غنیمت تھا۔ ہم کوشش کرتے تھے کہ اسے یہ معلوم ہو جاوے کہ ہم کو خیال ہی نہیں آخر وہ دوسرے دن جاکر کہیں اپنی اصلی حالت پر آیا غرض ہوٹل کی رسمیات پورا کر چکنے کے بعد ہم نے کھانا کھایا۔ اور سجدہ شکر کرکے سو گئے۔

الحکم مفت لیں

محترم بابو عبدالواحد صاحب قادیان سے الحکم کا ایک پرچہ کسی ایسے غیر احمدی کے نام مفت جاری کرانا چاہتے ہیں۔ جو سلسلہ کا لٹریچر پڑھنے کا خواہشمند ہو۔ اس غرض کے لئے احباب کسی ایسے مستحق دوست کے نام پرچہ جاری کرا سکتے ہیں۔

(۲) صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب الحکم کا ۲۔ ۲۔ ایک پرچہ کسی لائبریری کے نام جاری کرانا چاہتے ہیں۔ اس لئے احباب کسی ایسی لائبریری کا پتہ دیں جہاں شائقین سلسلہ کا لٹریچر پڑھنا پسند کریں۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۵)

پس پہلے اس چیز کو کریں۔ جو خدا تعالےٰ نے آپ کے اختیار میں رکھی ہے۔ پھر امید رکھیں۔ کہ خدا تعالےٰ اس چیز کا بھی اختیار آپ کو دے گا۔ جو اس نے اپنے قبضہ میں رکھی ہوئی تھی کیونکہ جب خادم ایک کام کر لیتا ہے۔ تو آقا اُسے دوسرا کام سپرد دیتا ہے۔ پس ارادہ جو آپ کے اختیار میں ہے آپ اس کی اصلاح کریں۔ پھر خدا تعالےٰ عمل کو جو آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ خود درست کر دے گا۔ اور اس کو بجالانے کی آپ کو طاقت دے گا۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ ہماری جماعت کے اذہان میں روشنی پیدا کرے۔ اور وہ محدودیت اور مقیدیت جو اس وقت بہت سے لوگوں کے ذہنوں پر طاری ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کی اصلاح فرمائے۔ اور اسلام کی تعلیم کی وسعت کے سمجھنے کی انہیں توفیق بخشے۔ اور جس طرح خدا کی قدرت نے انہیں اس زمانہ کا روحانی بادشاہ بنایا ہے۔ وہ خود بھی اپنی بادشاہت کو محسوس کرتے ہوئے روحانی عالم کے تمام محکموں کے سمجھنے اور ان کو درست رکھنے کی کوشش کریں۔

اے خدا تو ایسا ہی کر

درخواست دعا

مولوی رحمت علی صاحب مبلغ جاوا جزائر الہند میں سلسلہ کی ترقی و اشاعت کے لئے۔ نیز بعض ایسے امور کے لئے جو ان کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ تمام احباب سے سلسلہ دعا کی درخواست کرتے ہیں

نیز جماعت احمدیہ کی ایک معزز خاتون جن کا نام بہن شہارا ہے کے لئے خاص طور پر دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ خاتون موصوفہ سلسلہ کی اشاعت کا بڑا جوش اپنے اندر رکھتی ہیں ان کو بعض خاص کام درپیش ہیں۔ اور ان کے لئے دعا کے خواہشمند ہیں۔

شرح دُرِّثمین فارسی

(از جناب قریشی محمد صادق صاحب شبنم بی۔اے (سرحدی)

گذشتہ سے پیوستہ

آدمی بندہ ہست و نفسش بند
در دو صد حرص و آز سر بکمند۔

آدمی بندہ ہے اور اس کا نفس قیدی۔ صدہا لغوں اور خواہشات میں پھنسا ہوا۔ یعنی کہ اگر انسان چاہے کہ میں اپنے نفس کو حرص و آز کی کمند سے آزاد کر دوں۔ اور اس کو اس قابل بنا دوں کہ اس کو کسی قسم کی خواہش اور حاجت نہ رہے۔ اور اس طرح اس کو بے نیازی حاصل ہو جائے۔ تو وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ مجبور و معذور ہے۔ قانون الٰہی یہی ہے کہ وہ نیازمند رہے۔

ہمچنیں بندۂ آفتاب و قمر
بند در سیرگاہِ خویش و مفر

اسی طرح سورج اور چاند چونکہ بندگان میں سے ہیں۔ لہٰذا آفتاب مجبور ہے کہ اپنی قرارگاہ میں ساکن رہے۔ اور گردش نہ کرے۔ اور چاند مجبور ہے کہ اس کے لئے مقرر شدہ سیرگاہ میں گردش کرتا رہے۔ اور ساکن نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ خدا نے جس چیز کے لئے جو حالت مقرر فرمائی ہے۔ مجال نہیں کہ وہ خدا کے قانون کو توڑ کر اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق اس حالت میں تبدیلی پیدا کرے۔

آسماں مجبور ہے شمس و قمر مجبور ہیں
انجمِ سیماب پا رفتار پر مجبور ہیں　(اقبال)

ماہ را نیست طاقتِ ایں کار
کہ بتابد بروز چوں احرار

چاند کو یہ طاقت حاصل نہیں کہ وہ آزادوں کی طرح دن کے وقت روشنی دے۔

یہ اس لئے کہ ایسا کرنا خدا کے بنائے ہوئے قانون کے خلاف ہوگا۔ حالانکہ قانونِ قدرت توڑا نہیں جا سکتا۔

نیز خورشید را نہ یارائے
کہ نہد بر سریر شب پائے

اور نہ ہی سورج میں یہ طاقت ہے کہ وہ اپنے معمول کو چھوڑ کر رات کے تخت پر جلوہ افروز ہو۔ وجہ معلوم۔

آب ہم بندہ ہست زینکہ مدام
بند در سردی ست نے خودکام

پانی بھی بندہ ہے۔ کیونکہ ہمیشہ اس کا اثر ٹھنڈا رہتا ہے اور اپنی مرضی کا مالک نہیں۔ یعنی یہ نہیں کر سکتا کہ وہ اپنے

مصرع کے الفاظ "بند در سردیست" کو "بند در سرد یست"[*] لکھا گیا ہے۔ جس سے شعر کا وزن ٹوٹ جاتا ہے۔ در مکنون میں یہ شعر صحیح لکھا گیا ہے۔ بند سردیست کے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ پانی سردی میں جم کر ٹھہر جاتا ہے۔ اور اپنی مرضی سے رواں نہیں ہو سکتا۔ مگر پہلے مصرع میں لفظ مدام کی رعایت سے میں نے اسکے معنے "اس کا اثر ٹھنڈا رہتا ہے" کئے ہیں۔ کیونکہ پانی اس صفت میں ہمیشگی پائی جاتی ہے۔ پانی کا اثر ہر حالت میں اور ہر موسم میں ٹھنڈا رہتا ہے۔ اور یہ اس کے بس کی بات نہیں کہ وہ خود اپنی مرضی سے اس اثر کو تبدیل کر سکے۔ جب تک خارجی ذرائع آگ دھوپ وغیرہ سے اس کو گرم نہ کیا جائے۔ اور اس میں پانی کی اپنی خواہش اور مرضی کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔

آتشِ تیز نیز بندۂ او
در چنیں سوزشے فگندۂ او

آگ اس قدر تیزی کے باوجود اس کی غلامی کا دم بھرتی ہے۔ اور اس قدر سوزش میں اُسی کی مبتلا کردہ ہے۔

یہ شعر حقیقت کے علاوہ شاعرانہ نکتہ نگاہ سے بھی بہت بلند پایہ کا ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے شعر کا مطلب یہ ہے۔ کہ آگ میں جلانے کی صفت خدا نے رکھی ہے۔ اور اب آگ میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے اس صفت کو ترک کر دے۔

دوسرا نکتہ اس شعر میں یہ ہے۔ کہ آگ جیسی سرکش اور سر تیز چیز عشقِ الٰہی سے (جو اس کی سوزش سے ظاہر ہے۔) مجبور ہو کر غلام بن گئی ہے۔ اور اس میں جو جلن ہے یہ اُسی عشق کی سوزش ہے۔

یہ اس شعر میں ایک شاعرانہ نکتہ ہے۔ ورنہ تسلسل کے طور پر پہلے معنے ہی صحیح ہیں۔

گر بر آری بہ پیش او فریاد
گرمیش کم نہ گردد اے اُستاد

اے ماہرِ سائنس (اُستاد) تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر تو آگ کے سامنے فریاد بھی کرے۔ اُس کو واسطے بھی دے۔ یا اس کی پرستش ہی کیوں نہ کرے۔ تب بھی اُسکی گرمی کم نہ ہوگی۔ اور اگر تو اس میں ہاتھ ڈالے گا تو وہ اس عاجزی اور فریاد کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس کو جلا ڈالے گی کیونکہ جلانا یا نہ جلانا اُس کی مرضی پر منحصر نہیں۔ وہ ایسا کرنے پر مجبور ہے۔ اُس کے پیدا کرنے والے نے اس میں یہ صفت رکھی ہے۔

پائے اشجار در زمیں بند است
سخت در پا سلاسل افگند است

درختوں کی جڑیں زمین کے اندر مقید ہیں۔ گویا ان کے پاؤں میں سخت بیڑیاں ڈالی گئی ہیں۔

اشجار کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ اپنی جگہ سے حرکت کر کے دوسری جگہ چلے جائیں۔ کیونکہ وہ اپنی حالت میں مجبور ہیں۔

ایں ہمہ بستگانِ آں یکذات
بر وجودش دلائل و آیات

اُس ذاتِ واحد کی مخصوص کاموں پر مقرر کردہ اشیاء اس کی ہستی کے لئے بطور گواہ اور نشان ہیں۔

پابندی کا ہمیشہ کسی اعلیٰ ہستی کی طرف سے مقرر کی ہوئی ہوتی ہے۔ اور جن چیزوں پر پابندیاں عائد ہیں۔ اگر وہ ان کو آزادوں کی طرح ہٹا نہ سکیں۔ تو لازماً یہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ یہ چیزیں کسی کی محکوم ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ جن بندگیوں اور بندگان کا ذکر گذشتہ چند اشعار میں کیا گیا ہے۔ وہ دلیل ہیں اس امر کی کہ ان کا کوئی مالک اور آمر بھی ہے۔

اور یہ جو پہلے مصرع میں "یکذات" کا لفظ لایا گیا ہے اس کی رعایت سے شعر کے معنے یہ بھی ہوں گے کہ یہ قانون جو ان بندگیوں میں مروّج ہے۔ اور ٹوٹ نہیں سکتا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس قانون کے بنانے اور جاری کرنے والی ہستی ایک ہے۔ اگر زیادہ ہوتیں تو اس تخریب و ترمیم کی وجہ سے جو ایسے کئی خداؤں کی صورت میں متوقع ہو سکتی۔ بعض چیزوں کی حالت میں تبدیلی یا تعطّل واقع ہو جاتا۔

اے خداوندِ خلق و عالمیاں
خلق و عالم ز قدرتت حیراں

اے مخلوق اور موجودات کے مالک خلق اور جہان تیری قدرت کا مشاہدہ کر کے حیران ہیں۔

حیرانی کی وجہ معلوم ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی نہیں جو ایسے کام کر سکے جیسے کہ خدا کرتا ہے۔ اور نہ ہی فطرت کا عمل خارجی طاقت کے بغیر ممکن ہے۔ وہ خارجی طاقت قدرتِ خداوندی ہے۔

چہ مہیب است شان و شوکتِ تو
چہ عجیب است کار و صنعتِ تو

تیری شان اور شوکت کس قدر ہیبت ناک ہے۔ اور تیرے کام اور تیری کاریگری کس قدر تعجب انگیز ہے۔

(باقی آئندہ)

[*] یہ شعر غلط لکھا گیا ہے۔ یعنی دوسرے

میرے مشاہدات اور تاثرات

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سالانہ جلسہ

(۱)

اثر اور تاثر کی دنیا

دنیا بھی عجب مقام ہے۔ جس کے اسرار اور نہاں در نہاں رازوں کو انسان جان ہی نہیں سکتا۔ خدا تعالےٰ نے اس دنیا میں جو کچھ پیدا کیا ہے۔ وہ اپنے اندر ایک جذب اور کشش رکھتا ہے۔ ہر چیز کی جاذبیت اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ اور ہر ایک کی تاثیر دوسرے پر پڑ رہی ہے۔ آسمان سے سورج کی شعاعیں۔ چاند کی کرنیں۔ ستاروں کی روشنی زمین کی ہر چیز پر اثر انداز ہے۔ ہوا کے جھونکے الگ قسم کی تاثیریں انسانوں اور حیوانوں کے عالم میں۔ پھر نباتات اور جمادات کے عالم میں اثر اندازی کر رہے ہیں۔

بارش کے قطرے۔ موسم کا تغیر۔ ندی نالوں کا اتار چڑھاؤ اس پر شور دنیا میں بدستور اثر انداز ہے۔

یہی نہیں بلکہ انسان کی مسکراہٹ اس کی ہنسی اس کے قہقہے مختلف قسم کی بجلیاں گراتے ہیں۔ اس کو بھی چھوڑ دو۔ ایک ننھے سے بچے کا ہنسنا اور مسکرانا واقف و ناواقف کے دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا اسے بھی جانے دو۔ بھیڑوں کا ریوڑ۔ چوپاؤں کا گلہ جنگل میں چرتا چگتا ہے۔ تو دیکھنے والا اسے بھی دیکھ کر محو حیرت ہو جاتا ہے اور شاعر وہیں عالم تصور میں گم ہو جاتا ہے

الغرض

دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جسے انسان دیکھے اور متاثر نہ ہو۔ ان تاثرات کو کہیں کیمرے کی آنکھ دیکھتی ہے اور اسے لوح تصویر میں محفوظ کر لیتی ہے اور کہیں شاعر کی آنکھ دیکھتی ہے اور عالم وجد میں رقصاں ہو جاتی ہے۔ ہر ایک دل اپنے اپنے قدر کے مطابق اس عالم تاثر میں حصہ لیتا ہے۔ اور مدت تک اس کی یاد میں لذت محسوس کرتا ہے اس عالم تاثر میں ایک اخبار نویس بھی غوطہ زن ہوتا ہے۔ اور جو کچھ دیکھتا ہے اس میں محو خیال ہو جاتا ہے۔

ہر سال سالانہ جلسہ آتا ہے۔ اس کے انوار و تجلیات کا ہر شخص مشاہدہ کرتا ہے۔ مگر ایڈیٹر کی آنکھ جس نظر سے دیکھتی ہے بہت کم لوگ اس نظر سے دیکھتے ہوں گے۔ اس لئے کہ وہ اپنے ہی لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لئے بھی دیکھتا ہے۔ اس نظارے کو دکھانے کے لئے آج ہم نے قلم اٹھائی ہے۔ خدا کرے کہ جو میں نے دیکھا۔ اور جسے میرے دل نے محفوظ کیا۔ وہ میری قلم ظاہر کرنے کے قابل ہو سکے۔ ورنہ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ دل کی لاکھوں کھڑکیوں میں سے میری روح نے جو کچھ مشاہدہ کیا اس کا اظہار ناممکن ہے کیونکہ میری حالت تو اس شاعر کی تھی جس نے کہا تھا ؎

دل کے سو گوشے ہیں ہر گوشے میں لاکھوں روزن
مجھے معلوم نہ تھا تیر کہاں بیٹھ گیا

میری روح۔ میرا وجدان۔ میرے احساسات میرا شعور۔ میرے عواطف۔ میرے حواس ظاہری و باطنی۔ میرے جسم کا ذرہ ذرہ۔ میرا دل و دماغ سب مل کر ان تاثرات کو قبول کر رہے تھے جو ایام جلسہ میں فضاء قادیان میں بارش کی طرح نازل ہو رہے تھے۔ جس طرح شاعر کا احساس ہزارہا روزنوں میں سے اس تیر کو معلوم نہ کر سکا۔ اسی طرح میں ان قطرات بارش کا شمار نہ کر سکا۔ اور محو حیرت بن کر رہ گیا

عالم تصور کے کرشمے

میں سالانہ جلسہ کے ایام میں دفتر الحکم کے برامدے میں کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ باہر سے آنے والوں کا ایک تانتا ہے جو لگ رہا ہے۔ جو ذوق و شوق سے مست ہو کر چلے آ رہے ہیں۔ ان میں بڈھے بھی ہیں۔ جوان بھی ہیں۔ بچے بھی ہیں۔ مستورات بھی ہیں۔ ان کے چہروں پر مسرت کی لہریں اچھلتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ یہ لوگ ہندوستان کے طول و عرض سے جمع ہو رہے تھے میں آنے والوں کو دیکھتا دیکھتا عالم خیال میں گم ہو گیا۔

میرا تصور مجھے خلیج فارس کے پانیوں کی طرف لے گیا۔ اگرچہ میں پنجاب کے ایک گاؤں میں کھڑا تھا مگر میری روح بنی اشور کے بلند و بالا معبد کی چوٹی پر کھڑی تھی۔ میں نے معبد کے لمبے لمبے اور چوڑے چوڑے زینے طے کئے۔ میں معبد کے وسیع اور کشادہ ہال میں داخل ہوا۔ بڑے بڑے قدآور دیو ہیکل بت دیواروں سے نصب تھے۔ اگر اور عود۔ مر اور لوبان عنبر و کستوری جل رہی تھی۔ اور کمرے شمیم افزا روح پرور ہوا کے جھونکو سے معطر ہو رہے تھے۔ میرے آگے ایک اور شخص داخل ہوا۔ اس نے ادھر ادھر جھانکا پوجاریوں سے بت خانے کو خالی پایا۔ تو ایک ایک وار میں سب کے سر چور چور کر دیئے۔ اور ایک جوش اور مستی کی حالت میں اک نعرہ لگایا۔

لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہ آواز وادی اُر میں عین بت خانہ اشور سے اٹھی۔ اور آہستہ آہستہ فضا میں پھیلتی ہوئی آسمان تک چلی گئی ملائکہ نے تبریک و تمجید کے پھول نچھاور کئے۔ اور خدائے قدوس نے خود برکت دی۔ بت شکن نوجوان خراماں خراماں بت خانہ سے نکل گیا۔ اور میں عالم تصور میں اس نظارے میں گم ہو گیا۔ کہ یکایک ایک شور نے مجھے بیدار کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ ملک کے کونے کونے میں ایک آگ لگ رہی ہے۔ اور ہر شخص اپنے غیظ و غضب کی لکڑی اس آگ میں ڈال رہا ہے طوفان ہے ایک زلزلہ ہے اور قومیں اور فوجیں اس نوجوان کو گھیرے کھڑی ہیں۔ جس نے وادیٔ اُر میں

وحدت کا گیت گایا تھا۔

ان کی آنکھوں سے شعلے نکلتے تھے۔ ان کے ہونٹ غصے سے کانپ رہے تھے۔ ان کی آوازیں گرج کی صورت اختیار کئے ہوئی تھیں۔ وہ اسے پھاڑ کر کھا جانا چاہتے تھے۔ انہوں نے یک زبان ہو کر کہا ڈال دو۔ ڈال دو اسے آگ میں ڈال دو تا دنیا اس سے پاک ہو جائے۔ ان خونخوار انسانوں نے اسے اٹھایا۔ اور ہوا میں اچھال کر آگ میں پھینک دیا۔ میں نے جب اس نظارے کو دیکھا۔ میرے جسم پر لرزہ میری جان پر ہیبت طاری ہو گئی۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور میں بے ہوش ہو گیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں کب تک اس عالم میں رہا۔

میں نے اسی حالت میں آسمان سے ایک گرج سنی جو کہ زمین کے لوگوں کی نہ تھی بلکہ ملائکہ کی آواز تھی۔ اور وہ زمین کے کونوں کونوں میں خدائے قدوس کے کلام کی منادی کر رہے تھے۔ کہ

قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْم

تب میری آنکھوں سے سینما کی پردے کی طرح ایک پردہ ہٹ گیا میں نے دیکھا کہ آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ اور وہ دشمن بعث کی سلوں کی طرح پگھل گئے۔ اور وہاں جہاں بھٹیاں لگی ہوئی تھیں۔ اور ایک جہنم تیار ہو رہا تھا۔ وہاں نسیم سحر چلنے لگی۔ مگر ابراہیمؑ نے کہا کہ میں اس زمین پر جہاں حق کے ساتھ یوں کھیلا جائے۔ اور خدا کی محبت کو یوں کچلا جائے۔ میں نہیں رہوں گا۔ اس کا قافلہ جنگلوں۔ صحراؤں کو عبور کرتا ہوا زیتون کے پہاڑوں میں آگیا۔ اس بلندی اور سرسبزی کے مقام پر خدا نے اسے ایک نظارہ دکھایا اور کہا ابراہیم دیکھ! آسمان کی طرف دیکھ! اور اس کے ستاروں کو گن! جیسے انہیں کوئی نہیں گن سکتا۔ اسی طرح تیری نسل کو کوئی نہ گن سکے گا۔ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا۔ اور تجھ پر فضل پر فضل کروں گا۔ تب آسمان سے ملائکہ کے نغمے مجھے سنائی دیئے۔ جو بار بار کہتے۔

كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْن

میں نے بھی ملائکہ کے نغمے سے اپنا نغمہ ملایا اور کہا کہ ہاں جو ھبو دانِ باطلہ کے سروں کو کچل دیتا ہے۔ اور دنیا کی آتش غضب میں جل نکلتا ہے۔ ظالموں سے یوں الگ ہو جاتا ہے جیسے روح مردہ جسم کو چھوڑ کر آسمان کی طرف پرواز کر جاتی ہے۔ اسے ایک نئی دنیا دی جاتی ہے۔ اور ملائکہ خدا کے حکم سے اس کے لئے نغمہ زن ہوتے ہیں اور کہتے ہیں۔

كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْن

(ب)

میرے تصور نے ابراہیمؑ کو پھر ایک دفعہ بڑھاپے کے زمانے میں دیکھا۔ وہ اپنے لختِ جگر کو ایک پتھر پر لٹائے ہوئے تھا۔ اور خنجر اس کی گردن پر رکھے ہوئے تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اور اس کے منہ پہ یہ جاری تھا۔

اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْن

تب خدا کے فرشتوں نے اس کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ اور اسے اسمٰعیلؑ کی پشت سے اس انسان کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جس کی مدح میں ہے

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ

دوسرا نظارہ

ج[؟] میں اسی طرح سے ایک عالم سے دوسرے عالم اور ایک دنیا سے دوسری دنیا میں عالم تصوّر میں گھوم رہا تھا۔ کہ ایک اور نظارہ میری آنکھوں کے سامنے آگیا۔ میں نے جیروشلم کی پہاڑی پر ایک خوبصورت نوجوان کو دیکھا۔ اس کے سر پر کانٹوں کا تاج تھا۔ لوگ اس کے گرد شور مچاتے تھے۔ اور ہنسی اور تمسخر کرتے تھے۔ آوازیں کستے اور گالیاں دیتے تھے۔ وہ نازک بدن وہ مجسم نور ایک بہت بڑی صلیب اٹھائے ہوئے تھا۔ وہ ہانپ رہا تھا راستوں پر لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ کھڑے تھے اور وہ تالیاں بجاتے اور قہقہے لگا رہے تھے۔ حتیٰ کہ اسے ایک ٹیلہ پر لایا گیا۔ اس کے جسم پر کوڑے مارے گئے۔ اور اس کے ہاتھوں میں میخیں ٹھونک صلیب پر لٹکا دیا گیا۔

تھوکنے والوں نے تھوکا ہنسنے والے ہنسے آوازے کسنے والوں نے آوازیں کسیں۔ مگر اس کے پائے ثبات کو لغزش نہ ہوئی۔ درد کی ٹیسیں اٹھتی تھیں۔ خون کی دھاریں گرتی تھیں۔ اس حالت میں بھی اس بے گناہ و معصوم کی التجا ربّ السمٰوات کی طرف تھی۔ تب خدا کا غضب جوش میں آیا

سورج تاریک ہو گیا۔ آندھیاں چلنے لگیں زمین نے اس گناہ کی تاب نہ لا کر جھرجھری لی۔ اور زلزلہ کی صورت اختیار کر لی۔ تب دشمن بھاگ گیا۔ میں بھی اپنے عالم تصوّر میں ایسا گم ہوا کہ مجھے اس وقت ہوش آیا۔ جب ملائکہ کے نغموں کو ایک قریب کے باغ میں سنا۔ جو اس کی طرف سے گا رہے تھے۔

وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ

تب میں نے کہا۔ اگرچہ آج ابراہیم کے زمانہ میں اور اس مبارک کے زمانے میں صدیوں کا فرق ہے۔ مگر یہ اور وہ ایک ہیں۔ اس لئے کہ ایک ہی قسم کی روح ایک ہی قسم کا عشق۔ ایک ہی قسم کی بھٹی۔ اور ایک ہی قسم کا انجام میں ابھی یہ کہہ رہا تھا۔ کہ آسمان پر مجھے ایک کھلی ہوئی کتاب نظر آئی۔ جو نور کے حرفوں سے لکھی ہوئی تھی۔ اس میں لکھا تھا۔

اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْهَا وَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ۝

(د)

میں ابھی یہ پڑھ ہی رہا تھا۔ کہ میرے سامنے ایک دوسرا ورق الٹ گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ مسیح کے ماننے والے دنیا میں پھیل گئے۔ وہ خدا کے نام کی منادی کرنے لگے۔ تب قوموں نے ان کو پکڑا اور شیروں کے پنجروں میں ڈال دیا۔ ان کو قتل کروایا۔ اور ان کو طرح طرح کے عذاب دیئے۔ مگر انہوں نے محبت کے ساتھ اس موت کے پیالے کو پی لیا۔ تب ان کو قوت دی گئی۔ اور ان کے بازو طاقتور بنا دیئے گئے لوہا ان کے سامنے پگھلنے لگا۔ زمین سمٹنے لگی۔ یروشلم کی وادی میں کانٹوں کا تاج پہنے والا۔ بادشاہوں کے دل میں گھر کر گیا۔ اور دنیا کی طاقتور قومیں اس کی تقدیس کے گیت گانے لگیں۔ میں نے مشرق و مغرب میں بادشاہوں کو اس کے جلال و جمال کے تذکرے کرتے ہوئے دیکھا تب میں پھر محو حیرت ہو گیا۔ اور میں نے کہا کہ کیا موت کے پیالے میں زندگی تھی اور صلیب کی لکڑی میں راحت نہاں تھی۔ لوگوں کے تمسخر و استہزا اور کانٹوں کے تاج میں یہ سب جلال مضمر تھا۔ تب میری روح نے کہا کہ کیا تو نے آسمانی کتاب میں نہیں پڑھا تھا۔

اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْهَا وَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ۔

میرا تیسرا تصوّر

میں اپنے اسی تصور میں ایک سنگلاخ وادی میں چلا گیا۔ جہاں نہ کوئی درخت تھا۔ اور نہ گھاس تھا۔ نہ پانی کا کوئی انتظام نہ معیشت کے کوئی اسباب۔ میں نے اس زمین پر ایک نور سا بنا ہوا انسان پایا۔ وہ جدھر جاتا اس کے اردگرد ملائکہ کی ایک فوج نظر آتی۔ جو اس پر درود پڑھتی۔ اور اسی درود میں گاہ گاہ ایک آواز گرج کے ساتھ سنائی دیتی۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

یہ دنیا کے لئے رحمت انسان جدھر جاتا۔ لوگ اس کے پیچھے لگ جاتے پتھر مارتے۔ مٹی پھینکتے۔ مجنوں مجنوں کے نعرے لگاتے۔ قتل کی سازشیں کرتے۔ اور اس پر انعام مقرر کرتے مگر وہ کوہ وقار ان لوگوں میں یوں پھرتا کہ جیسے لاکھوں مردوں میں ایک ہی زندہ ہو۔ اور وہ یہ یقین رکھتا ہو کہ یہ مردے اسے کوئی نقصان پہنچا سکتے۔

انہوں نے اپنی تدابیر سے اپنی مخالفت سے اس کے ماننے والوں کے لئے زمین تنگ کر دی۔ اور ان کو ہجرت پر مجبور کر دیا۔ انہوں نے ایسے ایسے ظلم کئے کہ عورتوں کو چروا دیا۔ مردوں کو جلتی ریت پہ لٹا لٹا کر عذاب دیئے۔ بھوکوں سے مار مار کر نیم جان کر دیا۔ پھر اسی پہ اکتفا نہ کرتے ہوئے داخلی اور خارجی حملے کئے فتنے کی وہ آگ جلائی کہ ابراہیم کی آگ اس کے مقابل میں کوئی چیز نہ تھی۔ جہاں جہاں وہ لوگ جاتے جس جس ملک سے گذرتے وہاں وہاں وہ آگ بھڑکاتے جاتے۔ حتیٰ کہ ساری دنیا شعلہ نار بن گئی۔ خون کے وہ دریا بہائے کہ زمین سرخ ہو گئی۔ آپ کے گردوپیش وہ تلواریں چمکائیں کہ ہر جگہ موت ہی موت نظر آنے لگی

تب مجھے پھر ایک دفعہ وہ نورانی کتاب آسمان پہ کھلی نظر آنے لگی۔ اور میں نے اس میں یہ پڑھا

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِیْنٍ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ یُبْصِرُوْنَ

میں یہ پڑھ رہا تھا۔ کہ ایک اور ورق الٹ گیا۔ میں نے وہاں سنہری حرفوں میں لکھے ہوئے دیکھا

وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

تب میں نے اپنے گردوپیش کو دیکھا۔ اور کہا کہ کیا

یہ وہی چیز نہیں جو مجھے پہلے اُر کی وادی - اور پھر زیتون کے پہاڑ پر نظر آئی - تو مجھے ایک آواز سنائی دی - کہ ہاں ہاں کہہ کہ یہی وہ چیز ہے جو مجھے اُر کی وادی اور زیتون کے پہاڑ پر نظر آئی - میں نے ملائکہ کے ترنم کو سنا جو بار بار کہہ رہے تھے

وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ

میں نغموں میں عربوں کے کاروان سیلاب کی طرح بڑھتے ہوئے دیکھنے لگا - مظلوم و مقہور قوم خدا کے حکم سے کھڑی کر دی گئی - ظالم سلطنتیں مٹنے لگیں - جھوٹ اور کفر کے پہاڑ نمک کے پہاڑ ثابت ہوئے - اور اونٹوں کے چرواہے - بھیڑوں بکریوں - کے گڈریے - وادی غیر ذی زرع کے مکیں دنیا کی بساط پر چھا گئے - اور پہلی قوموں کی صف پلٹ دی گئی - اور توحید کے نغمے ہر گلی کوچے میں بلند ہونے لگے - اور یہ نظارہ نظر آنے لگا کہ ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

(ی)

میں اپنے انہی تصورات میں غرق تھا کہ میری آنکھ پھر کھلی - اور میں نے قادیان کے گلی کوچوں میں اطراف ہند سے آنے والوں کی جماعتوں کو بدستور چلتے ہوئے پایا - مجھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ انسانوں کا ایک لشکر جرار ہے جو کہیں سے آ گیا ہے - اور یا ایک سیل رواں ہے جو بہ رہا ہے - میں اس نہ رکنے والے لشکر کو دیکھ رہا تھا - کہ مجھے

قادیان کی فضاء میں

بجلی کی روشنی میں یوں لکھا ہوا نظر آیا :-

يَأْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ
يَأْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ

میں ابھی اسکو پڑھ ہی رہا تھا - کہ میں نے ایک خوبصورت فرشتے کو منہ میں ایک قرنا لئے ہوا دیکھا - جو اسے بجا رہا تھا - اور میں نے سنا کہ اس قرنا سے یہ الفاظ نکل رہے تھے

زمیں قادیاں اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے -

حرم کے لفظ پر میں چونک پڑا - یہ الفاظ میرے کانوں نے پہلے بھی کبھی سنے ہیں - تب آسمانی آواز نے کہا کہ ہاں خدائے قدوس نے یوں کہا تھا کہ

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا

وہ حرم مرجع خلائق ہوگا - اور باعث امن ہوگا - پس جیسے ابراہیم علیہ السلام - اور عیسیٰ علیہ السلام - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی ہیں - لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ اسی طرح آج کعبہ اور قادیان ایک ہی ہیں - اور ان میں کوئی غیریت نہیں - میں نے ان الفاظ کو سن کر تائید کی اور کہا کہ ہاں یہ درست -

وہی ابراہیم جو بنی اشور کے بتکدے میں بت شکن تھا - آج اس قادیان میں جلوہ گر ہوا - اور اس نے خود کہا

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

میں نے پھر کہا کہ ہاں یہ وہی عیسیٰ ہے

جو زیتون کے پہاڑ پر - یروشلم کی چوٹیوں میں یہود کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھا رہا تھا -

ہاں ہاں یہ وہی ہے

جس کے متعلق خدا نے آسمانی کتاب میں یوں فرمایا تھا -

وَ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ

وہ محمد رسول اللہ کا بروز ہوگا - اور قومیں اس کے وجود سے رستگاری پائیں گی - وہ ایسا انسان ہوگا کہ پچھلوں کو پہلوں سے ملا دے گا - اور اسلام کے سوکھے درخت کو سرسبز و شاداب بنا دے گا - اس پر پھر مرغان قدس نغمہ سنجیاں کرنے لگیں گے طائران حریم پرواز کریں گے - اسے ایک نسل عظیم دی جائے گی - اور ابراہیم کی طرح اسے آسمان کے ستارے دکھائے جائیں گے کہ ان کو گن سکے تیری نسل ان ستاروں کی طرح پھیل جائے گی -

میں نے پھر ایک دفعہ اپنے تصور و تخیل سے سر اٹھایا - اور میں نے دیکھا کہ چلنے والے بدستور چل رہے ہیں - اور گلی انسانوں سے بھری ہوئی ہے -

میرے تصور نے مجھے پھر ایک دفعہ اس زمانے کے بروز ابراہیمؑ و عیسیٰ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی زندگی پر غور کرنے کے لئے نصف صدی پیچھے لے جا کر کھڑا کر دیا - میں نے دیکھا کہ جبہ پوشوں کا ایک گروہ ہندوستان کے طول و عرض میں بھاگا بھاگا پھر رہا ہے - اور فتنہ فساد کی آگ جلا رہا ہے - کفر کے فتوے نکاحوں کا توڑ دینا - بیوی بچوں کا چھین لینا - پانی کا بند کر دینا - لین دین - خرید و فروخت تک بند - باتیں کرنے کی ممانعت - راستوں میں دیواریں - غلاظت اور گندگی کپڑوں میں ڈلوانی - مقدمات اور قتل کے منصوبے - عدالتوں میں تکلیف پر تکلیف الغرض وہ کون سی مصیبت تھی جو برپا نہ کی گئی - اور کون سی آگ تھی جو جلائی نہ گئی -

ہندوستان کے ملک میں ہی نہیں - عرب اور حجاز شام و مصر - افریقہ و امریکہ ہندوستان اور اس کے جزائر میں ایک طوفان بے تمیزی مچا دیا گیا - ایک ایسی آگ تھی جس کے شعلے ہندوستان سے نکل کر عرب اور افریقہ تک پھیل گئے - زمین زندوں ہی کے لئے تنگ نہ ہو گئی تھی بلکہ مردوں کے لئے بھی تنگ ہو گئی - اور کسی مردہ احمدی کے لئے قبر کی آغوش کھل نہ سکی - یہ کیوں اسلئے کہ اس زمانے کے ابراہیمؑ نے ”اینٹ کے مندر سے شرک کے بت کو اکھاڑنے کیلئے تبر چلایا تھا - جب یہ حالت انتہاء کو پہنچ گئی - تو خدا نے اپنی سنت کے مطابق اسے پکارا اور کہا کہ :-

قُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ

جب وہ اسی قادیان میں اپنے تمام عزیز اقارب سے ہجرت کر گیا - اور اس نے ایک نئی دنیا آباد کر لی تو اسے کہا گیا :-

يَنْقَطِعُ مِنْكَ وَ يَنْقَطِعُ مِنْ اٰبَآئِكَ

اور پھر کہا گیا کہ

بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں

جب اس کے قتل کے منصوبے انتہا کو پہنچ گئے - تب خدا نے اسے یوں مخاطب کیا

وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

تب

میں نے کہا کہ پہلے نبیوں کی مماثلتیں پوری ہوئیں - میں یہ کہہ رہا تھا کہ ایک نظارہ میری آنکھ کے سامنے آ گیا - میں نے دیکھا کہ خدا کا یہ راستباز لاہور کے شہر میں ایک بازار سے ایک گاڑی میں بیٹھ کر گذر رہا تھا - بازاروں میں تماشائی جمع تھے - اور وہ آپ کی گاڑی پر اینٹیں اور پتھر برسا رہے تھے - بعض ان میں سے راکھ پھینک رہے تھے - اور کچھ ان میں سے تالیاں بجاتے اور شور مچاتے ہوئے اس قدر بیخود ہو جاتے تھے کہ ان کو اپنا ہوش نہ رہتا - ان میں سے ایک ایسا مولوی تھا جس کی گردن لمبی تھی اور داڑھی بھی لمبی تھی - اس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا - اور اس نے کٹے ہوئے ہاتھ پر ہلدی کے رنگ کی پٹیاں باندھی ہوئی تھیں - وہ اپنے زخم کو کھول کر اچھلتا تھا - اور اپنے کاٹے ہوئے ہاتھ کا ٹنڈ دوسرے ہاتھ پر مارتا - اور اچھل اچھل کر یہ کہتا کہ

ہائے ہائے مرزا نٹھ گیا - ہائے ہائے مرزا نٹھ گیا

وہ لوگ جامہ انسانیت سے باہر ہو کر بربریت اور وحشت کا مظاہرہ کر رہے تھے - ان کے مونہوں سے جھاگ بہ رہی تھی - مگر وہ اس قسم کی مخالفتوں کے طوفان میں چٹان بن کر کھڑا رہا - اور ان مخالفتوں کی پرپشہ کے برابر بھی پرواہ نہ کی - تب ابراہیم علیہ السلام - عیسیٰ علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرح فتوحات کا دروازہ کھول دیا گیا - اور وہی برکات اور وہی فیوض دیئے گئے -

وہ آگ کی بھٹیاں سرد کر دی گئیں - اور دنیا کے قلوب پر ایسا تصرف ہوا کہ سیاہ بادل پھٹ گئے - گھٹائیں ڈھل گئیں - اور دنیا کے قلوب فتح کر لئے گئے اور آج یہی وہ لوگ ہیں جو قادیان میں جو اس وادی غیر ذی زرع کی بروز ہے کھنچے چلے آ رہے ہیں - میں نے کھڑے کھڑے ان تمام امور کا مقابلہ اور موازنہ کیا تب میرے اندر سے ایک آواز نکلی - اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
اَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِيُّ اللّٰهِ

میری روح اس کی تکرار کر رہی تھی - اور چلنے والوں کا سیلاب بدستور بہ رہا تھا - کہ منارۃ المسیح سے مؤذن نے عصر کی اذان دی - اور اس نے میری روح کی آواز کے ساتھ اپنی آواز ملائی اور کہا :-

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

دیکھو ...

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت ملک محمدؐ الطاف خانصاحب

تبقلم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے۔ او ٹی

حضرت ملک محمدؐ الطاف خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے۔ بڑے باخدا اور متقی انسان تھے۔ ان کے حالات الحکم میں شائع ہو چکے ہیں۔ میں ممنون ہوں ملک صاحب کا کہ انہوں نے ان کے کاغذات سے ان کے حالات اور مکاشفات جمع کر دیئے ہیں۔ جو ان کے نام کو زندہ رکھنے۔ اور ذکر خیر کو جاری رکھنے کے مفید کام دیں گے۔

ملک صاحب کے بعض مکاشفات نہایت صفائی سے پورے ہوئے۔ اور باقی امید ہے کہ اپنے وقت پر پورے ہو جائیں گے۔ احباب جب ان کے حالات پڑھیں۔ تو ان کے مدارج کی ترقی کے لئے دعا فرمائیں۔ (ایڈیٹر)

ملک صاحب مرحوم کے بعض حالات ان کی اپنی قلم سے لکھے ہوئے مل گئے ہیں جن کو بعینہٖ درج کرتا ہوں۔ بعد ازاں چند ایک حالات جو میں نے ان سے سُنے تحریر کروں گا۔

آپ لکھتے ہیں "عاجز بندہ قوم بنی اسرائیل خاندان افغان میں سے موضع ترناب تحصیل چارسدہ علاقہ ہشت نگر ضلع پشاور صوبہ سرحد کا ہے۔ میری والدہ ایک نہایت پارسا اور متقی عورت پابند صوم و صلوٰۃ۔ تہجّد خواں قوم درّانی افغان سے تھیں۔ اور والد قوم محمد زئی کے سرداران قوم میں سے بفضلِ خدا ایک نیک اور سخی آدمی تھے۔ میرے دادا صاحب کی وفات کے بعد والدم ایک معقول جائیداد کے وارث اور جانشین ہوئے مگر ان کی اکثر عمر قومی مقابلوں میں صرف ہوئی۔ اور ساری جائیداد جو لاکھوں روپے کی قیمت کی تھی۔ اُن سے روزمرہ کی حفاظتِ جان و مال اور مقابلے میں برباد ہوئی۔ وہ گاہے گاہے حصۂ جائیداد غیر منقولہ و منقولہ سے خدا کے نام بھی وقتاً فوقتاً دیتے رہے۔ جو اب سیّدوں اور طبقۂ علماء و فقراء کے پاس بطور معافی درج کاغذات سرکار ہے۔ وہ سال ۱۸۹۸ء میں شہید ہوئے۔ اور ہم دشمنوں کے نرغے میں آ گئے۔ میرے والدین کو ابتداء ہی سے دینی علم کا شوق تھا۔ لہٰذا انہوں نے ہم تینوں بھائیوں کو پڑھنے پر لگایا قرآن مجید اور فقہ و احادیث میں نے مساجد میں پڑھیں۔ اور مدرسہ کی ابتدائی تعلیم میں نے میر اکبر نام مدرس سے حاصل کی جو اپنے کمال تقویٰ کی وجہ سے احمدی ہوئے اور مردان میں اول درجہ کے عرائض نویس تھے اُن کے دورانِ بیعت میں بندہ نورمل پاس کر کے علاقہ خود پر انگریزی مدرسہ کا ہیڈ ماسٹر ہوا۔ اور انہوں نے اخبار بدر مفت میرے نام جاری کیا۔ گویا سال ۱۹۰۲ء سے استاد صاحب موصوف نے احمدیت کی طرف میری توجہ مبذول فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے جب کبھی مردان یا گردو نواح میں میاں محمد یوسف صاحب امیر جماعت مردان کا مباحثہ غیر احمدی علماء سے ہوتا تھا استاذ المکرم ان جلسوں میں عاجز کو برائے شمولیت بلایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مولوی معین الدین صاحب والد مولوی چراغ الدین صاحب مولوی فاضل حال مبلغ صوبہ سرحد کے احمدیت قبول کرنے پر شور پڑا۔ اور احمدیوں کی طرف سے غالباً پندرہ مارچ ۱۹۰۸ء کو بمقام کوٹ جھونگڑہ غیر احمدی علماء کے ساتھ مباحثہ قرار پایا۔ اور میں بھی اس جلسہ کے لئے حسب تحریک استاذ المکرم میاں میر اکبر صاحب حاضر ہوا۔ مولوی صاحبان مباحثہ سے فرار ہوئے۔ اور ہم رات کو مردان واپس آئے۔ میں نے استاذ المکرم میاں میر اکبر صاحب سے پوچھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو تو میں اب سچا مانتا ہوں۔ مگر اطمینانِ قلب کے لئے کوئی نسخہ ہے؟ انہوں نے مجھے فرمایا کہ تم تو قرآن کے معنی خوب جانتے ہو اور تہجد خواں بھی ہو۔ اور بچپن سے تم نمازی اور دیندار بھی ہو خدا تعالیٰ کے ساتھ کامل محبت رکھتے ہو۔ اس کے لئے مسیح موعود علیہ السلام کا بتایا ہوا نسخہ استعمال کرو۔ میں نے کہا وہ کون سا ہے؟ انہوں نے درثمین فارسی میرے ہاتھ میں دے کر یہ مقام نکالا ؎

خواہی کہ روشنت شود احوالِ صدقِ ما
روشن دلی بخواہ ازاں ذاتِ ذوالکرم

خلاصہ یہ کہ رات کو میں ایک خلوت گاہ میں نماز استخارہ پڑھ کر سو گیا۔ اور اسی رات رسول کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے متعلق وہ کچھ بتایا جس کی تحریر کے لئے دو تین صفحات کی ضرورت ہے۔ الغرض میں اسی ماہ مارچ ۱۹۰۸ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہوا۔ اور بعد ازاں تاحال کسی وقت بھی بفضلِ خدا میرے ایمان پر زلزلہ نہیں آیا۔ اور خدا تعالیٰ کے افضال اور بشارات کے ماتحت دونوں خلافتوں پر انشراح صدر سے میرا ایمان ہے۔ اور اس پر قائم ہوں۔ چونکہ خلافتِ ثانی کے بارہ میں خویش و بے گانوں کے بے شمار حملے ہوتے رہے ہیں۔ اس لئے اس خلافت پاک کی نسبت مجھے جو جو مکاشفات منجانب اللہ ہوئے ہیں ان میں سے چند درج ذیل کرتا ہوں۔ شاید کوئی سعید روح مستفیض ہو جائے۔ وباللہ التوفیق" خاکسار ملک محمدؐ الطاف خاں مہاجر۔

"تمہید:۔ میں اپنے خدائے قدوس کو حاضر ناظر جان کر جو کچھ لکھوں گا سچ سچ لکھوں گا۔ اور جو کچھ میرے قلم سے تحریر ہوتا ہے وہ وہ حقائق و معارف ہیں جو عالم الغیب خدا کی طرف سے وقتاً فوقتاً پردۂ غیب سے بالخصوص نماز تہجد کے سنسان اوقاتِ شب میں مجھ ناچیز پر ظاہر ہوئے ہیں۔ مجھے بچپن سے تاحال ایسی کوئی بیماری بفضلِ ایزدی لاحق نہیں ہوئی ہے۔ جس میں نماز خمسہ اور قبولیتِ احمدیت سے دو سال پیشتر سے تاحال نماز تہجد میں باعثِ روک ہوئی ہو۔ بلکہ بعض اوقات اگر شدید بخار وغیرہ بھی مجھے ہوتا رہا۔ تو نمازوں کے اوقات میں ضرور میرا بخار اس قدر کمزور ہو جاتا کہ عدم بخار و مرض کا حکم رکھتا۔ مجھے تاحال بفضلِ خدا کوئی دماغی کمزوری نہیں ہے۔ اور لڑکپن میں بالخصوص اور اس کہل عمر میں بالعموم میری قوت حافظہ کے متعلق میرے استاد اور خاندان کے لوگ قائل رہے ہیں۔ اور مجھے ذہین سمجھتے رہے ہیں۔ اور نیز اس کے ثبوت میں میرا زمانۂ تعلیم اور حاصل کردہ نمبرات اور اسناد اور کاروباری زمانہ مدرسی ہیڈ ماسٹری۔ قانون دانی۔ عرائض نویسی اور زراعت کاری میرے دوستوں اور واقف کاروں میں زندہ شہادت ہے۔

دوئم:۔ میرا یہ اظہار کسی دنیوی لالچ۔ اور طمع نفسانی۔ فخر۔ دھوکہ۔ فریب یا دیگر کسی دنیوی امید پر قطعاً مبنی نہیں۔ میرا زندہ خدا گواہ ہے۔ یہ جو کچھ اظہار حق کرتا ہوں محض خداوند تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لئے اور یہ وہ عاشقانہ جذبہ ہے جس کے اظہار پر مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

متاعِ مہرِ رُخ تو نہاں نخواہم داشت
کہ خفیہ داشتنِ عشقِ تو زغداری است

اور اظہارِ حق پر تمام متنازعہ جھگڑے جلد فیصل ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے لئے ہر ایک انسان مامور ہے ٭٭

٭٭ پس میں خلافت ثانی کے اظہارِ حق کیلئے اپنے چند رؤیا، اور مکاشفات نمبر وار درج کرتا ہوں۔ جو بہتوں میں سے چند ہیں تاکہ سعید روحیں مستفیض ہو کر مجھے ثواب ملے

وصیتیں

نمبر ۲۳۹۴

منکہ فتح دین ولد محمد رمضان قوم لوہار عمر تیئس ۲۳ سال۔ بتاریخ بیعت ۱۹۲۳ء ساکن خرادیاں ڈاکخانہ پیروشاہ تحصیل و ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۷ جولائی ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میرا گذارہ میری تنخواہ پر ہے۔ جو تقریباً تیس روپے ماہوار ہے۔ اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ میری کوئی جائیداد نہیں میں اپنی موجودہ آمدنی کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اگر میں کوئی اور جائیداد پیدا کروں گا تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں نیز اگر میں کوئی رقم بمد جائیداد داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو وہ رقم اس جائیداد کی قیمت سے وضع ہو گی۔ لہٰذا یہ چند حروف بطور سند لکھ دیتا ہوں۔

العبد۔ فتح دین احمدی ریلوے برج ورکشاپ جہلم
گواہ شد:۔ عبدالرحیم مشین مین برج ورکشاپ جہلم
گواہ شد:۔ علی اکبر اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس جہلم۔

نمبر ۲۵۹۴

منکہ امۃ العزیز عائشہ بنت میاں محمد امیر صاحب قوم شیخ صاحب عمر ۱/۲ ۲۲ سال۔ تاریخ بیعت پیدائشی سکنہ قادیان تحصیل بٹالہ۔ ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۱۱/۳۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار تنخواہ ۶۰ روپے ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی رہوں گی۔ میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی

العبد:۔ امۃ العزیز عائشہ بقلم خود ۱۲/۱۱/۳۴
گواہ شد:۔ محمد امیر ولد موصیہ بقلم خود
گواہ شد:۔ ظفر محمد مولوی فاضل۔ مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان دارالامان

خلافت نمبر کیلئے

تجارت پیشہ اصحاب خلافت نمبر میں اپنے اشتہارات درج کرائیں کہ یہ نمبر کثرت اور بڑی تعداد میں شائع ہونے والا ہے۔ نرخوں کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت مینجر الحکم سے کریں!

الحکم کا خلافت نمبر

میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کر کے یہ عزم کیا ہے کہ

۱۴ مارچ ۱۹۳۷ء

کو الحکم کا ایک خلافت نمبر شائع کروں یہ نمبر انشاء اللہ ایک خاص شان کا نمبر ہو گا۔

اس نمبر میں کیا ہو گا؟

یہ نمبر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی گذشتہ

۲۳ سالہ ترقیوں

کی قلمی تصویر ہو گا۔ اور اپنے حجم۔ طباعت۔ کتابت۔ فہرست مضامین کے لحاظ سے انشاء اللہ ایسا نمبر ہو گا۔ کہ الحکم کی گذشتہ تاریخ میں اس کی مثال نہ ملے گی۔

صفحات کے لحاظ سے یہ نمبر کم و بیش سو ۱۰۰ صفحے کا نمبر ہو گا۔

متعدد فوٹو اور عکس

اس نمبر کی شان کو دوبالا کر رہے ہوں گے۔ اس نمبر کی قیمت کا اعلان بعد میں کیا جا سکے گا۔ سر دست جو جماعتیں یا افراد اس نمبر کی اشاعت میں حصہ لینا چاہیں وہ بواپسی بذریعہ کارڈ اطلاع دیں تا کہ اسی قدر تعداد میں یہ نمبر چھپوایا جا سکے۔

یہ نمبر اس لحاظ سے کہ ہمارے سید و مولیٰ کی مقدس زندگی۔ اور آپ کے عظیم الشان اعمال کا مرقع ہو گا۔ اس قابل ہو گا کہ اس کی اشاعت ہندوستان کے کونہ کونہ میں کی جائے۔

تفصیلی اطلاعات اس نمبر کے متعلق بہت جلد تفصیلی اطلاعات بعد میں شائع کی جائیں گی۔

دریافت طلب امور کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں

شیخ محمود احمد عرفانی ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان